www.KitaboSunnat.com

مقالات

حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمانی
گزشتہ سے پیوستہ
(ماخوذ از "مقام رسالت")

سنت

قرآن حکیم کی ——— روشنی میں

۸۔ "لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ الآیۃ!" (النور: ۶۳)

یعنی "رسول ﷺ کی پکار کو آپس میں ایک دوسرے کی پکار کی طرح نہ قرار دو!"۔ آگے فرمایا:

"قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهٖ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (النور: ۶۳)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے پناہ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں، پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو اس (نبیؐ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ مبادا ان کو کوئی فتنہ دبوچ لے یا دردناک عذاب آگھیرے۔"

اس آیت میں رسول ﷺ کی دعوت (پکار) کو آپس میں ایک دوسرے کی پکار کے برابر قرار دینے سے روکا گیا ہے۔ اب اگر رسول ﷺ کی حیثیت صرف صاحبِ امر کی مان لی جائے تو پھر "كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" کے کیا معنی ہوں گے؟ کیونکہ صاحبِ امر بھی تو امت ہی کا ایک فرد ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ نبی ﷺ کے ارشادات، امت کے تمام افراد کے اقوال سے بالاتر ہیں۔ ہر امتی سے خطا ہو سکتی ہے، لیکن نبی اپنے قول و فعل میں خطا سے پاک ہوتا ہے۔ اگر کبھی اس سے اجتہاد میں لغزش ہو بھی جاتی ہے تو فوراً وحی الٰہی اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ الآیۃ (الاحزاب: ۳۶)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو ان کیلئے اختیار کی گنجائش باقی رہ جائے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو الگ الگ واؤ عطف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں کے مصداق بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ یعنی قضاء اللہ سے قرآن اور قضاء الرسولؐ سے سنت مراد ہیں۔

۱۰۔ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔ (النساء: ۶۱)

"جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور رسولؐ کی طرف، تو آپؐ دیکھیں گے کہ منافقین کس طرح آپؐ سے اعراض کیے چلے جاتے ہیں۔"

اس آیت میں الفاظ "إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ" قابلِ غور ہیں۔ "مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ" سے مراد تو قرآنِ مجید ہے۔ اب "إِلَى الرَّسُوْلِ" کے کیا معنی ہیں؟ کیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سوا بھی کچھ مراد لیا جا سکتا ہے؟ قرآنِ مجید میں اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں، آخر کہاں کہاں واؤ عاطفہ کو واؤ تفسیریہ قرار دے کر اطاعتِ رسولؐ کو اطاعتِ قرآن ہی ٹھہرایا جائے گا؟ کس کس جگہ "الرسول" سے "مرکزِ ملت" مراد لے کر رسولؐ کی امتیازی حیثیت کو ختم کیا جائے گا؟ جب حقیقی معنیٰ بنتے ہوں تو مجازی اور بناوٹی معنیٰ پر اصرار کرنا آخر کونسی زباندانی ہے؟ مجازی معنیٰ کے لیے بھی قرائن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں ہی حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کا راگ الاپا نہیں جا سکتا۔

خبرِ واحد کی حجیت[1]:

"يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔ الآیۃ (الحجرات)

[1] محدثین کی اصطلاح میں حدیثِ متواتر کے علاوہ تمام روایات کو خبرِ احد ہی شمار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے مختلف اقسام عزیز، غریب، مشہور، قوت و یقین کے اعتبار سے الگ الگ مدارج رکھتے ہیں۔ خبرِ متواتر وہ ہے جس کے راوی ہر دور میں اتنے ہوں کہ عادتاً ان کا اتفاقِ کذب پر محال سمجھا جائے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" ایمان والو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو!"

اس آیت میں فاسق کی خبر کے بارے میں چھان بین کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر راوی (خبر دینے والا) ثقہ ہو تو اس کی خبر قابلِ اعتماد ہو گی۔ اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے محدثین نے رواۃِ حدیث کی امکانی حد تک خوب تحقیق کی، اور اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن مدوّن کر ڈالا۔

۲۔ "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" (التوبۃ: ۱۲۲)

عربی زبان میں طائفہ کا اطلاق فرد اور گروہ دونوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآنِ مجید میں ہے:

"وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ" (النور: ۲)

" اُن دونوں (زانیہ اور زانی) کو عذاب کے وقت مومنوں کا ایک طائفہ حاضر ہو!"

اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "اَلْوَاحِدُ فَمَا فَوْقَهٗ" (المختار من الصحاح)

اسی طرح "إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا" (الحجرات: ۹)

" اگر مومنوں میں سے دو جماعتیں باہم لڑ جائیں!"۔ یہاں طائفہ سے فرد اور طائفہ دونوں مراد ہیں۔

اس وضاحت کی بناء پر مذکورہ بالا آیت اس بارے میں صریح طور پر ناطق ہے کہ دینی معاملات میں ایک فرد یا دو تین افراد کی خبر یا روایت قابلِ اعتماد ہو گی۔

۳۔ "وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ۔ الآية!" (القصص: ۲۰)

" شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ موسیٰ، سرداران قوم تیرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں"

چنانچہ اس ایک شخص کے خبر دینے سے حضرت موسیٰؑ گھر چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

۴۔ "قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا۔ الآية!" (القصص: ۲۵)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس لڑکی نے موسیٰؑ سے کہا، میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو پانی پلانے کی مزدوری ادا کریں۔"

تو آپؑ نے اس بات پر اعتماد کیا، کیونکہ دینی معاملات ہوں یا دنیاوی کاروبار، خبر واحد پر اعتماد کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کہیں شک کی صورت ہو تو دوسرے قرائن کو بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ محدثین نے اصولِ روایت میں اس پہلو کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

۵۔ "وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ۔ الآية!" (الطلاق: ۲)

"اور تم میں سے دو عدل والے گواہی دیں۔!"

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر عادل شاہدوں کی گواہی کو قابلِ اعتماد ٹھہرایا ہے۔ اگرچہ شہادت اور روایت میں بہمہ وجوہ یکسانیت نہیں ہے، تاہم اس حکم سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اہم معاملات کے بارے محض دو عادل گواہوں کی شہادت پر قاضی فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح انہی صفات سے متصف عادل راویوں کی روایت کیوں نہ قبول ہوگی؟[1]

آیات متعلقہ انکارِ حدیث کی صحیح تاویل[2]:

۱۔ "تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ"۔ (الاعراف: ۱۴۵) ۲۔ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (النحل: ۸۹)

کہا جاتا ہے کہ جب قرآن کا خود اعلان ہے کہ ہر مسئلہ کی تفصیل اس میں موجود ہے تو پھر قرآن

[1] یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ایک مسلمان کی جان و مال کی حرمت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن یہ قطعیت اس شکل میں باقی نہیں رہتی جب کہ عدالت میں دو گواہوں کے ذریعے اس کا قاتل ہونا ثابت کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ دو گواہوں کی شہادت ظن اور گمانِ غالب سے آگے نہیں بڑھ سکتی، غور کیا جائے، کیا یہاں ایک قطعی الثبوت حکم کی تخصیص ظنی الثبوت معاملہ کے ذریعہ نہیں کی جا رہی ہے؟ [2] اس تحریر میں کوشش کی گئی ہے کہ ان آیات کا صحیح مفہوم واضح کیا جائے، جن کو منکرینِ حدیث عام طور پر غلط معنی پہنا کر حدیث سے بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح دو فائدے حاصل ہوں گے:

۱۔ بعض اہم مقامات کی صحیح تاویل و تشریح قارئین کرام کے سامنے آجائے گی۔ ۲۔ منکرینِ حدیث کی علمی صلاحیت و دیانت کی حقیقت بھی بے نقاب ہو جائے گی کہ کس طرح انہوں نے خدمتِ قرآن کے پردے میں حقائقِ قرآنی کو توڑا موڑا ہے اور اپنے مقاصد کی خاطر آیات کی معنوی تحریف سے بھی باز نہیں آئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے باہر جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حالانکہ ان آیات کا صحیح مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نے دین کے بنیادی اصول اور مہماتِ شریعت کو بغیر کسی ایچ پیچ کے پوری وضاحت و تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ اشتباہ و ابہام کا شائبہ تک بھی باقی نہیں رہا ہے۔

یہاں لفظِ "کُل" حقیقی استغراق (ایسا عموم جو تمام افراد کو شامل ہو) کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ "کُل" ایسا ہی ہے، جیسا مندرجہ ذیل آیات میں ہے:

(الف) "ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ - الآية" (النحل: ۶۹)

"پھر تو کھا ہر قسم کے پھلوں میں سے۔"

(ب) "وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ - الآية" (الحج: ۲۷)

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجیے، وہ آپ کی طرف پیدل اور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔"

(ج) "وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ - الآية" (النمل: ۲۳)

"اور اسے ہر چیز میسر ہے!"

ظاہر ہے کہ یہاں تمام قسم کے پھل، اونٹوں کے تمام افراد اور ہر قسم کی تمام چیزیں مراد نہیں ہیں۔ آخری آیت "وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ" پر مزید غور کر لیا جائے۔ یہاں ملکہ سبا کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسے ہر قسم کی چیزوں میں سے عطا کیا گیا تھا، یعنی امورِ سلطنت سے متعلق تمام بنیادی لوازمات اس کے پاس موجود تھے۔

حالانکہ یہ لفظ "کُل" اس موقع پر استعمال ہو رہا ہے جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لوازماتِ حکومت و مملکت، ملکہ سبا سے کہیں زیادہ تھے۔

باقی رہا یہ دعویٰ کہ قرآن مجید تمام اصول و فروع اور کلیات و جزئیات کو تفصیلاً بیان کرتا ہے، تو یہ ایسی خام خیالی ہے کہ جو حقیقت اور مشاہدے کے یکسر خلاف ہے۔ قرآن مجید نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے مگر ان سے متعلق مسائل تفصیلاً تو کجا، اجمالاً بھی قرآن میں نہیں ملتے، عقلاً بھی یہ درست نہیں ہے کہ قرآن ہر قسم کی تفصیلات پر مشتمل ہوتا، پھر تو اس کی یہ خوبی بھی بیان نہ کی جا سکتی تھی کہ:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ الاٰية!"

(عنکبوت : ۴۹)

"بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جو علم کی نعمت سے نوازے گئے ہیں"

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ - الاٰية!" (الانعام : ۳۸)

"ہم نے کتاب میں کسی چیز کو بھی نہیں چھوڑا ہے"

صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پوری آیت کو سامنے رکھا جائے :

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ" (الانعام : ۳۸)

"زمین میں کوئی جانور نہیں ہے اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازؤں سے اڑتا ہو مگر یہ کہ وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی طرف جمع کیے جاؤ گے"

سیاق و سباق بتلا رہا ہے کہ یہاں "الکتاب" سے مراد علمِ الٰہی ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے :

"وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ!" (الانعام : ۵۹)

"اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے۔ کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر اللہ اسے جانتا ہے، اور نہ کوئی دانہ ہے زمین کی تاریکیوں میں اور نہ کوئی تر چیز اور نہ خشک۔ مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہے"

نیز ملاحظہ ہو سورۂ سبا، آیت ۳۔

بالفرض اگر یہاں "الکتاب" سے قرآن ہی مراد لیا جائے، تب بھی اس سے سنت کا انکار لازم نہیں آتا۔ اس کا مطلب وہی ہوگا جو "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ "اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" (العنکبوت: ۵۱)

"کیا ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے، اور جس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے!"

اس آیت کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جب قرآن ہمارے لیے کافی ہے اور سراپا رحمت و نصیحت ہے تو پھر سنت و حدیث کے سہارے کی کیا ضرورت ہے، حالانکہ آیت کو اصل سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ استدلال "لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ" سے کم مضحکہ خیز نہیں ہے۔

اس سے پہلے کی آیت میں مشرکین مکہ کے اس مطالبہ کو نقل کیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نشانیاں کیوں نہیں دکھلاتے؟

"وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ" (العنکبوت: ۵۰)

"انھوں (مشرکین مکہ) نے کہا اس (نبیؐ) پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوتیں آپ فرما دیجیے، نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ میں تو بس صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔"

اس کے بعد فرمایا "أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ۔ الخ" یعنی یہ مشرکین (حسی) نشانیاں کیوں طلب کرتے ہیں؟ ان کے پاس تو سب سے بڑی نشانی اللہ کی کتاب آچکی ہے کیا وہ کافی نہیں ہے؟ اس روشن اور عظیم ترین معجزے کے ہوتے ہوئے، جو کہ سراپا رحمت و نصیحت ہے، دوسرا معجزہ طلب کرنا بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟ سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سنت و حدیث سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اصل مقصود تو مشرکین کے مطالبہ کا جواب دینا ہے۔

۴۔ "وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ۔ الآیۃ"

(الانعام: ۱۹)

"اور میری طرف یہ قرآن اتارا گیا ہے تاکہ میں تم کو اس کے ذریعے سے آگاہ کر دوں اور ان کو بھی جن تک یہ پہنچے۔"

دوسری جگہ ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ - الآية" (الانبیاء: ۴۵)

"کہہ دیجیے کہ میں تم کو وحی کے ذریعے سے آگاہ کرتا ہوں"

ان آیات کی تشریح میں حافظ اسلم صاحب جیراج پوری لکھتے ہیں:

"حصر ہے کہ سرمایۂ انذار صرف قرآن ہے، اور وہی لوگوں کے آگاہ کرنے کے لیے وحی کیا گیا ہے۔ اسی کو آنحضرتؐ نے لکھوایا اور لوگوں کو یاد کرایا۔" (علم حدیث ص ۳۴ شائع کردہ طلوع اسلام)

یہاں بڑی ہوشیاری سے دونوں آیات کے مطالب خلط ملط کر کے یہ معنی لیے گئے ہیں کہ سرمایۂ انذار صرف قرآن ہے۔ پہلی آیت میں بغیر کسی حصر کے یہ کہا گیا ہے کہ میری طرف قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ اس کے ذریعے میں تم کو اور جن کو یہ آواز پہنچے ڈرا دوں۔ اس آیت میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ قرآن کے علاوہ آپؐ پر کوئی دوسری وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ ہاں دوسری آیت میں حصر کا لفظ "اِنَّمَا" موجود ہے، لیکن وہاں قرآن کے بجائے وحی کا لفظ ہے، جو سلف سے خلف تک پوری امت کے نزدیک سنت کو بھی شامل ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ بغیر کسی مغالطہ آمیزی کے کیا قرآن میں کوئی ایسی واضح آیت دکھائی جاسکتی ہے جو واضح طور پر یہ بتلائے کہ وحی کے طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سوائے قرآن کے اور کوئی چیز نازل نہیں ہوئی؟ — ہرگز نہیں!

قرآن میں معنوی تحریف:

مذکورہ بالا تفصیلات کے بارے میں تو کسی حد تک یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ان آیات سے سنت کے خلاف استدلال کیا گیا ہو، لیکن مندرجہ ذیل استدلال تو قرآنی تحریف اور حدیث دشمنی کا کھلا ہوا شاہکار ہے۔ اس طرزِ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے تو باور نہیں کیا جاسکتا کہ سنت کی مخالفت دیانتدارانہ طور پر محض غلط فہمی کی بناء پر کی جا رہی ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (سورۂ لقمان: ۶)

اس آیت کا ترجمہ حافظ اسلم کے قلم سے اس طرح شائع ہوا ہے:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور لوگوں میں سے وہ ہیں جو حدیث کے مشغلہ کے خریدار ہوتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں۔" (مقام حدیث جلد ا صفحہ ۱۵۶ مضمون علم حدیث)

حالانکہ "حدیث" کے معنی عربی زبان میں "بات" کے ہیں۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے "حدیث" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی بات، رسول کی بات، صحابہ رض اور عام مسلمانوں کی بات، بلکہ کافروں کی بات اور شیطان کی بات پر بھی بولا جا سکتا ہے ـــــ مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ الآیۃ" (الزمر: ۲۳)

"اللہ نے ملتے جلتے مضامین والی بہترین حدیث نازل فرمائی ہے۔"

یہاں قرآن مجید کو احسن الحدیث کہا گیا ہے۔

(ب) "وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا الآیۃ" (التحریم: ۳)

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی کو حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ج) "وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ۔" (الاحزاب: ۵۳)

"اور نہ مشغول ہوتے ہوئے باتوں میں۔"

یہاں صحابہ رض اور عام مسلمانوں کی گفتگو پر لفظ حدیث کا اطلاق کیا گیا ہے۔

(د) "حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔" (النساء: ۱۴۰)

یعنی کافر مشرک اگر اپنی مجالس میں اسلام کا مذاق اڑاتے ہوں تو ان کی ہم نشینی سے اجتناب کیا جائے الا یہ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔"

اس مقام پر اعداء اسلام اور کفار و مشرکین کی گفتگو پر حدیث کا لفظ بولا گیا ہے۔

(ہ) "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ۔" (لقمان: ۶)

یہاں ان تمام شیطانی باتوں اور ہتھکنڈوں کو "لہو الحدیث" قرار دیا گیا ہے، جن میں مشغول ہو کر انسان اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر انسانیت کے لیے گمراہی اور فساد کا باعث بن جاتا ہے۔

اس آیت کو حدیث کے اس اصطلاحی معنی سے دُور کا بھی تعلق نہیں، جو محدثین اور فقہاء کے توسط سے امت میں شروع سے منقول ہوتا چلا آیا ہے، پھر یہ بھی واضح رہے کہ سورۂ لقمان مکی سورتوں میں ہے۔ مکی دور میں مسلمان، مشرکین مکہ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ان کو حدیث تو کجا قرآن کی کتابت و ترتیب کا موقع بھی بسہولت فراہم نہ ہوتا تھا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ